اردو میں سلام نگاری: تحقیقی وتنقیدی جائزہ

سید سلیم تقی شاہ

Slam is a species created in religious reverence like other poetic forms "Slam" also originates from Deccen.A majority our researchers declared the "Slams" created in an earlier era as "mercias" but the fact of the matter is that they cannot be declared "Mercias" in anyway it is a fact universally acknowledged that the poetic form is not subject oriented rather it is form oriented Earlier specimens should better be called "Slams" are "RASIE SLAMS" that poetic form of URDU which was converted by the poets of DAKAN into URDU verse under the influence of Persian "Mercia" was not "Mercia" infect it was "Slam" "Mercia" is that poetic form or URDU which is totally an innovation of URDU language in its essence to reach some ultimate conclusion first of all poetics of "Slam" must be constituted so far topic or theme of subject matter is considered to parallel to form in URDU poetry from or subject are quite peculiar and separate entities of poetry form is created by the union of particular lyrical from and subject on the contrary lyrical is not essential for the subject Moreover "Slam" is always composed in the form of GHALZAL Every couplet of "Slam" may be a separate entity like that of URDU GHAZAL "Slam" composed by Burhanundin Janam which is considered a "Mercia" by Dr.Sayyeda Jafer verifies that saint like temperament and scholarly way of thinking .This specimen from

"Resie" literature carries lyrical from of GHAZAL other specimen of "Rasie" literature composed by the poets of Deccen can be evaluated in the light of these principles .Our researchers who fell a pray to a mega confusion by declaring "Rasie" specimen a "Mercia" .Those specimen were by no mean "Mercias"rather those were "Slams" in origion.

کسی ادبی صنف کے زمانی تعین کے لیے کسی مخصوص سنہ کی نشان دہی نہیں کی جا سکتی۔ اگر کسی سنہ کا کہیں تعین کیا جاتا ہے تو یہ حتمی نہیں ہو سکتا۔ ہر زمانی تعین تحقیق کا رہین منت ہوتا ہے اور تحقیق ایک مسلسل عمل ہے۔ تحقیق اپنا تلاش سفر جاری رکھتی ہے لہذا اس کے نتیجے میں اخذ ہونے والے بہت سے نتائج غیر حتمی ہو سکتے ہیں اور ان میں تغیر و تبدل کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں۔

اردو کی شعری صنف ''سلام'' پر یہ بات پوری طرح صادق آتی ہے کہ اردو تحقیق سلام کی ابتدا کے بارے میں حتمی رائے دینے سے قطعی قاصر ہے۔ سلام کا داخلی و تشکیلی مزاج اس امر کا غماز ہے کہ سلام مذہبی عقیدت و ارادت کی فضا میں تخلیق ہونے والی صنف ہے لہذا یہ بات تو پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مذہبی شاعری کی روایت اردو میں اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود اردو زبان، مگر اس کے آغاز کا حتمی تعین امر محال ہے تاہم کچھ قیاسات بہرحال پیش کیے جا سکتے ہیں۔

اردو کی دیگر اصناف شعری کی طرح سلام کا مولد بھی سرزمین دکن ہی ہے۔ دکن کے بیشتر بہمنی سلاطین اثنا عشری عقائد کے حامل تھے اور بہ قول سیدہ جعفر:

''دکن میں عزاداری کی باقاعدہ تاریخ سلاطین بہمنیہ کے دور سے قلم بند کی جا سکتی ہے'' (۱)۔

لہذا قوی امکان ہے کہ اردو میں سلام نگاری کا باقاعدہ آغاز بھی بہمنی دورِ حکومت میں ہوا ہوگا۔

سلام اور مرثیے کے تشکیلی مزاج میں قدرِ مشترک اعتقاد کی بالا دستی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں بہمنی دور، جسے اردو مرثیے کے آغاز کا زمانہ قرار دیا جاتا ہے درحقیقت وہ مرثیے کے آغاز کا زمانہ نہیں ہے۔ اس ضمن میں ہمارے بیشتر محققین مغالطے کا شکار نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ غالبًا رثائی موضوع کا وہ اشتراک ہے جس کی بدولت ہمارے محققین نے ابتدائی دور میں تخلیق ہونے والے سلاموں کو مرثیہ قرار دے دیا۔ حالاں کہ انھیں کسی طور بھی مرثیہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اردو میں مرثیہ نگاری کا آغاز فارسی مرثیہ کی تقلید میں ہوا۔ دکن میں تخلیق ہونے والے ''رثائی ادب'' کے یہ اولین نمونے، جنھیں ہمارے محققین مرثیہ کے ابتدائی نمونے گردانتے ہیں، فارسی مرثیہ کی طرح غزل کی ہیئت میں تھے۔ ہمارے یہاں شعری صنف کا تعین ''ہیئت'' کا رہینِ منت ہے نہ کہ موضوع کا۔ اس لیے رثائی ادب کے ان اولین نمونوں کو ''سلام'' یا ''رثائی سلام'' کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اس سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ اردو کی وہ صنفِ شعری جسے دکنی شعرا نے فارسی مرثیے کی تقلید میں اردو زبان کے شعری قالب میں

ڈھالا وہ مرثیہ نہیں بلکہ سلام تھا۔ اپنے اس موقف کی وضاحت کے لیے راقم اردو میں رثائی ادب کا اولین نمونہ اشرف بیابانی کی ''نوسر ہار'' کو بہ طور مثال پیش کرتا ہے جس کا سال تصنیف ۱۵۰۳ء ہے۔(۲)

''نوسر ہار'' سے قبل کمال الدین حسین بن علی واعظ کاشفی کی فارسی مثنوی ''روضۃ الشہداء'' اسی موضوع پر ملتی ہے جسے عزائیہ کلام کا اولین نقش قرار دیا جا سکتا ہے(۳)

مرثیہ اردو کی وہ شعری صنف ہے جسے ہیئت کے لحاظ سے خالصتاً اردو کی ہی ایجاد قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کی موجودہ ہیئت ''مسدس'' کی ابتدا شمالی ہند سے ہوئی۔ اس کے اولین نمونے مسکین اور سودا کے یہاں ملتے ہیں(۴)۔ گویا ''عہد زریں'' سے پہلے جو بھی رثائی ادب تخلیق ہوا اس کی ''شعری ہیئت'' نے اس کی صنف کا تعین کیا۔ مثلاً اشرف بیابانی کی ''نوسر ہار'' کو ہم مثنوی ہی کہیں گے مرثیہ نہیں کہہ سکتے حالاں کہ ''روضۃ الشہداء'' اور ''نوسر ہار'' میں رثائی عناصر موجود ہیں لیکن یہ رثائی موضوعات انھیں مرثیہ کا درجہ عطا نہیں کرتے۔ لہٰذا ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ ''شعری ہیئت'' نے صنف کا تعین کیا، موضوع چاہے جو بھی تھا۔ اس بات کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے سلام کی شعریات (poetics) مرتب کی جائیں پھر ان کا اطلاق اس رثائی ادب پر کیا جائے جو ہمارے یہاں ''مرثیہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے تا کہ اس صنف کا صحیح تعین کیا جا سکے۔

سلام کی شعریات مرتب کرنے سے پہلے راقم ''شعری صنف'' کے تشکیلی عناصر پر اجمالاً بحث ضروری سمجھتا ہے۔ اس ضمن میں پہلی بات یہ عرض ہے کہ اردو شاعری میں ''موضوع'' یا ''نفسِ مضمون'' کو تا حال صنف کا مترادف ہی سمجھا گیا ہے یہاں تک کہ غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، سلام وغیرہ کے ساتھ ساتھ حمد، نعت، منقبت اور ہجو کو بھی صنف کا درجہ دے دیا گیا ہے یا چند ادب شناسوں نے غزل، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، سلام وغیرہ کو ''صنف بہ لحاظ ہیئت'' حمد، نعت، منقبت اور ہجو وغیرہ کو ''صنف بہ لحاظ موضوع'' کہہ کر نپٹا دیا ہے۔ حالاں کہ ثانی الذکر کو کسی طور بھی صنف قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ ان کی موضوع یا نفس مضمون کے لحاظ سے تو اپنی الگ پہچان ہے لیکن یہ کسی مخصوص عروضی ہیئت کی طالب نہیں ہیں۔ ان کی موضوعاتی تخصیص کو برقرار رکھتے ہوئے، انھیں کسی بھی ہیئتی قالب میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

''صنف'' اور ''موضوع'' شعری ادب کی مخصوص اور الگ الگ اکائیاں ہیں لیکن ہمارے یہاں ان کے مابہ الامتیاز سے بالخصوص بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ ''صنف'' کسی بھی مخصوص عروضی ہیئت اور موضوع کی یک جائی سے معرض وجود میں آتی ہے جب کہ ''موضوع'' کے لیے عروضی ہیئت کی پابندی نہیں، اسے کسی بھی ہیئت میں لکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر منقبت ہی کو لے لیجیے، اس میں اور سلام میں موضوع کی یکسانیت تو بہر طور موجود ہے۔ ہر چند سلام اور منقبت کا Theme تو عقیدت و ارادت ہے اور Subject اصحاب و آلِ رسول ﷺ سے کوئی بھی معتبر ہستی ہو سکتی ہے لیکن یہ صرف ہیئت ہے جو سلام کو منقبت سے ممیّز کرتی ہے۔ لہٰذا یہ طے ہوا کہ عروضی ہیئت ہی صنف کے تعین میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے ورنہ سلام اور منقبت میں بہ لحاظ موضوع تو قطعی کوئی فرق نہ تھا۔

مزید برآں سلام غزل کی ہیئت میں ہی لکھا جاتا ہے دونوں کی عروضی ترکیب ایک ہی ہے مضامین اور تقاضے ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ سلام کا ہر شعر غزل کے شعر کی طرح الگ اکائی ہو سکتا ہے جب کہ منقبت میں اصحاب و آلِ رسول ﷺ کی توصیف تو کی جاتی ہے لیکن کسی بھی ہیئت میں، یعنی منقبت کو مسدس، مخمس، مربع، گویا اسے کسی بھی ہیئت میں نظم کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا عروضی ہیئت ہی کسی موضوع کو صنف کا درجہ دیتی

ہے اور اردو مرثیہ کو عروضی ہیئت ''مسدس'' عہد میر وسودا میں میسر آئی۔ لہذا اس سے قبل لکھے گئے رثائی ادب کے نمونوں کی صنف کا تعین صرف ان کی ہیئت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہی کیا جا سکتا ہے۔

ان معروضات کو پیش کرنے کے بعد ضروری ہے کہ اب سلام کی شعریات کو موضوعِ بحث بنایا جائے۔ سلام کی ہیئت میں حسب ذیل نکات ضروری ہیں۔

o سلام اور غزل کی عروضی ترکیب میں مماثلت ناگزیر ہے۔

o سلام میں غزل کی طرح قافیے اور ردیف کا اہتمام ضروری ہے لیکن ردیف کے بغیر بھی سلام لکھا جا سکتا ہے تاہم قافیہ اس کا جزو لاینفک ہے۔

o سلام کا آغاز مطلع سے ہونا چاہیے جس میں دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں (سلام غیر مرد ف بھی ہو سکتا ہے)۔

o مطلع ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کا سلام کے آغاز میں ایک ساتھ آنا ضروری ہے۔

o سلام کے تشکیلی مزاج میں اعتقاد کی فضا لازم ہے تاہم فکری و فلسفیانہ مضامین بھی اس میں پیش کیے جا سکتے ہیں مگر اس بات کا خیال رہے کہ اس سے عقیدت و ارادت کی حیثیت ثانوی ہو کر نہ رہ جائے۔

o اعتقاد میں حفظِ مراتب کا خیال بہت ضروری ہے اور اسے اس خوش اسلوبی سے بیان کرنا چاہیے کہ اس سے سلام کی ادبی شان و شوکت بھی مجروح نہ ہو اور اس میں شعریت کی کمی بھی محسوس نہ ہو۔

o سلام کی فضا پاکیزہ خیالات، تزکیہ نفس کے جذبات، سیرت و کردار کی تعمیر کرنے والے بیان، ناپائیداری حیات کے اظہار اور اتباعِ سیرتِ معصومین سے معمور ہونا لازم ہے(۵)۔

o سلام کا ہر شعر غزل کے شعر کی طرح معنوی لحاظ سے منفرد بھی ہو سکتا ہے اور مربوط بھی۔ گویا سلام متحد الوزن اور متحد القوافی مگر مختلف الموضوع ابیات کا حامل بھی ہو سکتا ہے اور اس کا ہر شعر ماقبل اور مابعد کے شعر کے ساتھ منطقی مفہوم کے اعتبار سے مربوط بھی ہو سکتا ہے۔

o سلام کے اشعار کی تعداد کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ ستائیس ہونی چاہیے اور اس کی غزل کی طرح ''قطعہ بندی'' بھی ہو سکتی ہے(۶)۔

o سلام کے آخری شعر میں شاعر اگر اپنا تخلص استعمال کرے تو اسے مقطع کہیں گے ورنہ وہ آخری شعر کہلائے گا۔

ان مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں درج ذیل ''سلام'' کا جائزہ لیتے ہیں جسے ہمارے محققین نے مرثیے کے طور پر پیش کیا ہے۔ برہان الدین جانم کا یہ ''سلام'' جسے ڈاکٹر سیدہ جعفر نے ''مرثیہ'' کے ضمن میں شمار کیا ہے ان کے صوفیانہ مزاج اور عالمانہ طرزِ فکر پر دال ہے۔

محرم کا چندر پھر گگن پہ لے ماتم ہوا پیدا
محباں کے دلاں میں سب شہاں کا غم ہوا پیدا
دکھی ہو احدیت میانے نکل وحدت منے آئی

یو غم عالم کوں دکھلانے صفی آدم ہوا پیدا
''الست ربکم'' رب سوں او روحاں سن کے بولے یوں
سواء ''قالو بلیٰ'' کا جوں کرشمہ جم ہوا پیدا
سودا جب تخم کر بویا سو ممکن خواب میں رویا
اوجالا ممتنع کھویا ہو عارف غم ہوا پیدا
مکاں ست گنج مخفی کا لیا ہے بھیس سفلی کا
پھرا کر اسم علوی کا یو سب عالم ہوا پیدا
ہو ظاہر روح کے جساں ہوئے قدرت کے سب اسلی
سو اس حل اسم کے اسلی پکر محکم ہوا پیدا
ہوا ہور باد من مانی ہوا در خاک کے جسانی
ولے اس نور نورانی نبی پیادم ہوا پیدا
لیا ناسوت حیوانی سو ملکوت نور کا بانی
ہوا جبروت روحانی سو لات ہوت دم ہوا پیدا
احد وحدت میں احمد ہو ہوا ظاہر محمد ہو
حسین سرور کیرا جد ہو یو اسم اعظم ہوا پیدا
مطیع العلم جوں سرور علی تھے باب جوں ناہر
سو مانا علم کا ظاہر شہہ اکرم ہوا پیدا
کیوں کیا حال عالم کا کلیمہ بول خاتم کا
ولے اس اسم اعظم نہ کوئی محرم ہوا پیدا
رہیا طاقت نہ طاعت کوں دیے سب چھوڑ راحت کوں
سو اس غم کے جراحت کوں نہ کیں مرہم ہوا پیدا
جتا ور سب سٹے زوجاں دریا کیاں کھلبلیاں موجاں
شمر جب کفر کیاں فوجاں لے شہہ کے سم ہوا پیدا
شہاں کے تئیں سرہانے کوں نہایت غم کے پانے کوں
یوں دوکھ شہہ بجھانے کوں سو جام جم ہوا پیدا
ہوا ماتم رسول اوپر علی ہور فاطمہ اوپر

نیّن نرگس کے پھولاں انجو شبنم ہوا پیدا
جلی قلبی میں غم بنتا سو روحی میں عبا دستہ
یو ہے بنتا سری سودا خفی جانم ہوا پیدا (۷)

رثائی ادب کا یہ نمونہ غزل کی عروضی ترکیب کا حامل ہے جس میں قافیہ ''ماتم، غم، آدم'' وغیرہ اور ردیف ''ہوا پیدا'' استعمال کی گئی ہے۔ مطلع بھی موجود ہے اور پوری فضا میں عقیدت و ارادت کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ بہ قول سیدہ جعفر: ''اس میں برہان الدین جانم نے ابن عربی کے فلسفہ تنزلات سے خوشہ چینی کی ہے'' (۸)۔ لہٰذا فکری و فلسفیانہ مضامین سے نہ تو کہیں ادبی شان و شوکت میں کمی واقع ہوئی اور نہ ہی اس کی شعریت مجروح ہوئی ہے۔ سلام کی پوری فضا پاکیزہ خیالات اور تزکیہ نفس کے جذبات سے سرشار نظر آتی ہے۔ غزل کی طرح اس سلام کا بھی ہر شعر معنوی لحاظ سے منفرد ہے۔ اشعار میں متصوفانہ نکات کی تشریح موجود ہے اور باقی میں رثائیہ مضامین نظم کیے گئے ہیں۔ دکن کے دیگر شعرا کے یہاں موجود رثائی ادب کے اولین نمونے بھی انہی اصولوں کی روشنی میں پرکھے جا سکتے ہیں اور ان کی صنف کے تعین میں محققین سے ہونے والے تسامحات کی نشان دہی بھی کی جا سکتی ہے۔

اس بحث کی روشنی میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے محققین جن اولین رثائی نمونوں کو مرثیہ کا نام دے کر غلط بحث کا شکار ہوئے کسی طور بھی مرثیہ نہیں بلکہ سلام ہیں اور سلام وہ واحد صنفِ شعری ہے جو اردو زبان کی ہی اختراع ہے اور مرثیہ اس کی ذیلی صنف ہے نہ کہ یہ مرثیہ کی۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ سیدہ جعفر، ''دکن میں مرثیہ اور اس کا پس منظر'' مشمولہ ''اردو مرثیہ''، مرتبہ: شارب ردولوی، (دہلی: اردو اکادمی)، ۲۰۰۱ء، ص ۷۱،
۲۔ سیدہ جعفر، ڈاکٹر، گیان چند؛ ''تاریخ ادب اردو، ۱۷۰۰ء تک''، جلد دوم، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان)، ۱۹۹۸ء، ص ۱۳۱،
۳۔ ایضاً
۴۔ شارب ردولوی، ڈاکٹر؛ ''اردو مرثیہ''، (دہلی: اردو اکادمی)، ۲۰۰۱ء، ص ۱۱
۵۔ اسد اریب، ڈاکٹر؛ ''اردو مرثیے کی سرگزشت'' (دہلی: عاکف بک ڈپو)، ۱۹۹۴ء، ص ۱۶۳
۶۔ ایضاً، ص ۱۶۴
۷۔ رشید موسوی، ڈاکٹر؛ ''دکن میں اردو مرثیہ اور عزاداری ۱۸۵۷ء تا ۱۹۵۷ء''، (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو)، ۱۹۸۹ء، ص ۶۳۔۶۴
۸۔ سیدہ جعفر، ڈاکٹر، گیان چند؛ ''تاریخ ادب اردو، ۱۷۰۰ء تک''، جلد پنجم، ص ۳۱۹

کتابیات

- اسد اریب، ڈاکٹر؛ ''اردو مرثیے کی سرگزشت''، (دہلی: عا کف بک ڈپو) ۱۹۹۴ء
- رشید موسوی، ڈاکٹر؛ ''دکن میں اردو مرثیہ اور عزاداری ۱۸۵۷ تا ۱۹۵۷ء (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو)، ۱۹۸۹ء
- سیدہ جعفر، ڈاکٹر، گیان چند؛ ''تاریخ ادب اردو، ۱۷۰۰ء تک''، جلد اول تا پنجم، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان)، ۱۹۹۸ء
- شارب ردولوی، ڈاکٹر؛ ''اردو مرثیہ''، (دہلی: اردو اکادمی)، ۲۰۰۱ء